16

# جماعت احمدیہ نہایت بیش قیمت موتی ہے

(فرمودہ یکم مئی ۱۹۲۵ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

دو مہینے کے قریب عرصہ ہوا ہے کہ میں نے سلسلہ کی بعض ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک خاص چندے کی تحریک دوستوں کو کی تھی۔ اس تحریک کے جواب میں جس اخلاص جس ایثار اور جس قربانی کا ثبوت جماعت نے دیا ہے وہ ایسا امید افزا اور ایسا دل خوش کن ہے کہ اس کو دیکھتے ہوئے اس بات سے انکار کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں رہتی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی قوت قدسیہ سے اپنی جماعت کے اندر وہ روح پیدا کر دی ہے جس کا نمونہ سوائے رسول کریم ﷺ اور دوسرے انبیاء کی جماعتوں کے اور کہیں نہیں ملتا۔

ایک ترقی کرنے والی اور عروج کے اعلیٰ مقامات تک پہنچنے والی جماعت کے لئے سب سے اول یہ بات نہایت ضروری ہے کہ اس میں کسی بات کی قبولیت اور قابلیت کا مادہ ہو۔ اور کسی بات کے اثر کو قبول کرنے کی طاقت اور ترقی کرنے کی قابلیت ہو۔ ورنہ کوئی بات مؤثر نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ محاورہ ہے ایک بھینس کے سامنے خواہ کتنی دیر بین بجائیں یا گدھے کے سامنے فلسفہ اور منطق کے کتنے نکتے بیان کریں اس کا کچھ نتیجہ نہ ہو گا۔ کیونکہ بھینس اور گدھے میں موسیقی اور فلسفہ کے سمجھنے کی قوت اور مادہ نہیں ہوتا۔ اور ہماری مغز خوری کوئی نتیجہ نہیں پیدا کر سکتی۔ ہماری وہ محنت جو ہم ان کو علوم کے سکھانے کے لئے کریں گے قطعاً کار آمد نہیں ہو گی۔ لیکن ایک انسان کو جب کوئی سبق یا کوئی علم سکھاتے ہیں تو وہ بسا اوقات سیکھ لیتا ہے۔ کیونکہ انسان میں قبولیت کا بہت زیادہ مادہ ہوتا ہے اور وہ ہر ایک بات اور ہر ایک علم کو سمجھنے اور سیکھنے کی طاقت رکھتا ہے۔ ہاں جو قوم محکوم اور مفتوح ہو اس میں فاتح اور حاکم کی نسبت یہ مادہ کم ہوتا ہے۔ لیکن ہوتا ضرور ہے۔

جب کوئی قوم گر جاتی ہے تو اس سے یہ مادہ بہت حد تک سلب ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں کو ہی دیکھ لو کہ ان کے اندر ان کے زمانہ حکومت میں یہ مادہ بہت کثرت سے پایہ جاتا تھا لیکن اب ان کی حالت مدت سے خراب ہو رہی ہے۔ اور ان کے اپنے اعمال کے باعث تباہی و بربادی نے ان پر ایسے ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں جو اٹھتے ہی نہیں۔ باوجود اس کے کہ ان میں ایسے لوگ اب بھی پائے جاتے ہیں جو ان کو اچھی باتیں بتاتے اور ان کی اصلاح کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً ان میں بعض واعظ اور قومی لیڈر ایسے ہیں جو ان کی ترقی کے لئے اپنی طرف سے پوری اور نیک نیتی کے ساتھ کوشش کرتے اور اس کے ذرائع بتاتے ہیں اور بہت سے ان میں سے ایسے ہیں کہ واقعی ان کی نصائح نیک نیتی پر مبنی ہوتی ہیں اور واقعی ان کے دل میں قوم کی اصلاح کی تڑپ ہے۔ لیکن باوجود اس کے پھر بھی ان کی بات کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور لوگوں کے دلوں میں ان کی نصائح کی ذرا بھی وقعت نہیں ہوتی۔ یہی نہیں بلکہ حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ان کی نصیحتیں خود ان پر بھی کوئی اثر نہیں کرتیں۔ قربانی تو وہ کرتے ہیں لیکن چونکہ وہ قربانی صحیح اور درست نہیں ہوتی اس لئے کوئی نتیجہ نہیں پیدا کرتی۔ نصیحت کا مغز یہ ہوتا ہے کہ جسے نصیحت کی جائے وہ اس نصیحت سے فائدہ اٹھانے کی قابلیت اور شوق اپنے اندر رکھتا ہو۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ جو نصیحت لیڈر کرتے ہیں وہ اگر صحیح ہوتی ہے تو سننے والے اس پر عمل نہیں کرتے۔ اور اگر غلط ہوتی ہے۔ تو اس پر مخول اڑاتے ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک عظیم الشان تغیر دنیا میں آکر انہی لوگوں میں پیدا کر دیا ہے۔ اور آپ کی قوت قدسی نے ایک ایسے رنگ میں ان پر تاثیر کی ہے کہ ان کی حالت کو ہی بدل دیا ہے۔ اور وہی لوگ جو اس حد تک گر چکے تھے کہ کسی بات کا ان پر اثر نہیں ہوتا تھا۔ اب وہ پیاسوں کی طرح ہدایت کے چشمے کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ اور ایک بچے کی طرح جو کسی خطرہ کے وقت اپنی ماں کی طرف دوڑتا ہے حق کی طرف دوڑتے ہیں۔ یہ عظیم الشان تغیر ہے جو حضرت مسیح موعودؑ نے آکر دنیا میں پیدا کیا۔ اور اگر اور باتوں کو نہ بھی دیکھا جائے تو یہی آپ کی صداقت کا بہت بڑا ثبوت ہے۔ اگرچہ بہت سے منازل ابھی ایسے ہیں جو ہماری جماعت کے لئے طے کرنے باقی ہیں۔ اور بہت سے کٹھن مرحلے ابھی گزرنے ہیں۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ ہماری جماعت کے اندر اس بات کی گنجائش ہے کہ وہ ان منازل کو طے کرنے کے لئے پیش آمدہ تکالیف کو جھیل سکے۔ اور اس میں یہ روح ہے کہ وہ ان کٹھن مرحلوں کا مقابلہ کر سکے جن کا طے کرنا باقی ہے۔ اور جو کام ان کو دیا جائے اس کو وہ کر سکیں۔ ان کے اندر ایسی روح کا پیدا ہو جانا ایک ایسا تغیر ہے کہ ایک ایسی مردہ قوم میں جو سالہا

سال سے تباہ اور خستہ ہو رہی ہے۔ اتنا عظیم الشان تغیر پیدا کرنا سوائے خدا تعالیٰ کی نصرت کے کبھی ممکن نہیں ہو سکتا۔ پس ہمارے لئے خوش ہونے کا موقع ہے اور ہم جس قدر بھی خوشی منائیں کم ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ہمیں اس سے بھی بہت زیادہ اور بڑی قربانیوں کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنا چاہیے۔ کیونکہ اگر ایسی قربانیاں کرنے والی جماعت کو چلا کر اس منزل کی طرف نہ لے جایا جائے۔ جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔ تو سمجھ لو کہ ہم نے ایک ایسا قیمتی موتی کھو دیا کہ اگر سینکڑوں سالوں کے لوگوں کی جانیں بھی جمع کی جائیں تو اس کی قیمت نہیں ہو سکتیں۔ خدا تعالیٰ نے ایک مجدد کا زمانہ ہزار سالوں کے برابر بیان کیا ہے۔ اور جب ایک معمولی مجدد کی جماعت ہزار سالوں کی جانوں کے برابر قیمت رکھتی ہے تو مسیح موعودؑ جیسا عظیم الشان مجدد کہ جس کے برابر تیرہ سو سال میں کوئی شخص نہیں ہوا اور جس کو خدا تعالیٰ نے نبی بنا کر بھیجا اور جس کے سپرد اتنا بڑا کام کیا کہ گزشتہ انبیاء میں سوائے رسول کریم ﷺ کے اور کسی کے سپرد نہیں کیا گیا۔ اور اتنا بڑا کام سوائے آپ کے کسی نے نہیں کیا۔ تو ایسے زمانہ کی قدر کس قدر ہو گی۔ اور اس جماعت کے افراد کی جانیں اور ان کے ایمان کتنے قیمتی ہوں گے۔ اگر گزشتہ بارہ سو سالوں کی جانیں بھی جمع کی جائیں تو ان کی مجموعی تعداد اس جماعت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ پس اگر ایسی جماعت کو اس کے صحیح مقصد اور مصرف سے پھرنے دیں اور اس کو اس کی اصل منزل مقصود کی طرف نہ لے جاویں تو یہ بہت بڑی کوتاہی ہو گی۔

میں اپنی جماعت کے ایسے لوگوں کو جنہیں خدا تعالیٰ نے فہم و عقل اور شعور سے حصہ دیا ہے۔ توجہ دلاتا ہوں کہ وہ جماعت کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص طور پر توجہ کریں۔ بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہوتا ہے۔ کہ یہ خلیفہ کا کام ہے کہ جماعت کی اصلاح اور تربیت کرے۔ حالانکہ وہ نہیں جانتے کہ ایک آدمی اکیلا کس طرح اتنے کام کر سکتا ہے۔ اگر لوگوں کے گھروں میں پھر پھر کر لوگوں کی تربیت اور اصلاح کرنا ہی خلیفہ کا کام ہے تو ایسی خلافت خلافت نہیں بلکہ ایک عذاب ہے۔ خلیفہ کا کام تو جماعت کو ہوشیار کرنا ہے۔ ورنہ وہ نہ تو ہر محلہ۔ ہر گاؤں اور ہر شہر میں جا سکتا ہے۔ اور نہ اس طرح جماعت کی اصلاح کر سکتا ہے۔ اور جب تک ہر محلہ ہر شہر اور ہر گاؤں میں ایسے لوگ پیدا نہیں ہو جاتے جو اپنے محلہ اپنے گاؤں اور اپنے شہر کے لوگوں کی تربیت کریں۔ تب تک نہ تو خلیفہ کامیاب ہو سکتا ہے اور نہ اس کی کوششیں کامیاب ہو سکتی ہے۔ پس میں ایسے تمام لوگوں کو جو تقویٰ اور طہارت اپنے اندر رکھتے ہیں اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے فرض کو سمجھیں اور

رات دن ایک کر کے جماعت کو اس طرف لے جائیں جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام دنیا میں آئے تھے۔ دیکھو ہم چاروں طرف سے دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ اور کوئی کوشش نہیں جو دشمن ہمیں ہمارے راستہ سے ہٹانے کی خاطر نہ کرتے ہوں۔ ان کی پوری کوشش یہی ہے کہ ہمارے رستہ میں مشکلات پیدا کی جائیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بھی کفار کے متعلق فرماتا ہے کہ کفار پورا زور اور ساری طاقت اس بات کے لئے لگائیں گے کہ مسلمانوں کو ان کے رستہ سے ہٹا دیں۔ چنانچہ کوئی ایسا کام نہیں جو آج کل بھی کفار ہماری جماعت کو اس کے رستہ سے ہٹانے کے لئے نہ کرتے ہوں۔ اس لئے ہمیں ان کی کوششوں سے بے خوف نہیں رہنا چاہیے۔ اگر کوئی ہم میں سے یہ سمجھ کر کہ اب کوئی فکر نہیں بیٹھ رہے تو وہ اندھا ہے اس کے اندر کوئی بینائی نہیں ہے۔ اور اس نے ایسے قیمتی موتی کی ذرہ بھی قدر نہیں سمجھی اور اس کی حفاظت کی کوئی پرواہ نہیں کی جسے دشمن حسد کی وجہ سے برباد کرنا چاہتا ہے۔

ابھی اس تحریک چندہ کے متعلق ہی دیکھ لو۔ کس طرح اس کو دیکھ کر ان لوگوں کے دلوں میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی ہے۔ حالانکہ چندہ دینے والا کوئی اور۔ لینے والا کوئی اور۔ نہ ان سے کوئی چندہ مانگتا ہے اور نہ ان کی جیب سے کچھ نکلتا ہے۔ لیکن پھر بھی ہمارے چندوں کی کثرت کو دیکھ کر ان کے سینوں میں حسد کی آگ شعلے مارنے لگتی ہے۔ چنانچہ اب بعض غیر احمدی لکھ رہے ہیں کہ لو جی ان کا دیوالہ نکل گیا ہے۔ اور تحریکیں کر رہے ہیں۔ لیکن اب یہ چندہ دیتے دیتے تھک گئے ہیں۔ حالانکہ اگر یہ بات ہے تو انہیں خوش ہونا چاہیے تھا کہ احمدیوں پر چندہ خاص کا ایک اور بوجھ پڑا۔ لیکن ہم انہیں کہتے ہیں تمہارے دل اس بات سے جل رہے ہیں کہ کیوں یہ لوگ اتنی اتنی بڑی قربانیاں کر رہے ہیں۔ اور تمہارے یہ لکھنے کا یہ مطلب ہے کہ ہماری جماعت کے اخلاص اور قربانی کو دیکھ کر تمہارے دل جل گئے ہیں۔ لیکن یاد رکھو کہ تمہارے اس حسد سے جماعت کے اخلاص کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ بلکہ اور بھی زیادہ ترقی ہوئی ہے۔ اور انہوں نے پہلے سے بھی زیادہ چندے میں حصہ لینا شروع کر دیا ہے۔ ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صبح کی نماز کے لئے وقت پر جاگ نہ سکے۔ اور سوتے رہے۔ جب اٹھے تو نماز کا وقت گزر چکا تھا۔ اس پر آپ اتنا روئے اتنا روئے کہ قریباً تمام دن روتے رہے۔ دوسرے دن عین نماز کے وقت کسی نے انہیں جگا دیا۔ آپ نے پوچھا تو کون ہے۔ تو اس نے جواب دیا میں ابلیس ہوں۔ انہوں نے کہا تم تو لوگوں کو نماز سے روکتے ہو مجھے جگانے کے لئے کس طرح آگئے۔ اس پر اس نے کہا کل تم نماز کا

وقت گزر جانے کی وجہ سے اتنا روئے کہ خدا تعالیٰ نے کہا اس کو سو نمازوں کا ثواب دے دیا جائے۔ آج میں اس لئے وقت پر جگانے آگیا ہوں کہ اگر تم نہ جاگے تو کل کی طرح تمہیں پھر سو نمازوں کا ثواب نہ مل جائے - (۲) یہی حالت ہمارے دشمنوں کی ہے۔ ان کی گھبراہٹ ظاہر کرتی ہے کہ ہماری جماعت کے غیر معمولی اخلاص کو دیکھ کر ان کے دل میں حسد کی آگ زیادہ بھڑک اٹھی ہے۔ ظاہر تو وہ یہ کر رہے ہیں کہ بس اب ان کا دیوالہ نکل گیا۔ اب یہ چندہ دیتے دیتے تھک گئے ہیں۔ لیکن دراصل ان کے دل ہماری جماعت کی قربانیوں کو دیکھ کر سخت دکھ محسوس کر رہے ہیں۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت کے اندر جن قربانیوں کا مادہ اور روح پائی جاتی ہے وہ میں نہیں سمجھتا یورپ کی اقوام میں بھی باوجود ان کے حاکم ہونے کے پائی جاتی ہو۔ یورپ ایک تہذیب یافتہ ملک ہے۔ اور وہاں کے لوگ بے شک بڑی بڑی قربانیاں کرتے ہیں اور بہت روپیہ خرچ کرتے ہیں لیکن یورپ میں بھی یہ نظیر نہیں پائی جاتی کہ وہاں کے غرباء ہماری جماعت کے غرباء کی طرح قربانیاں کرتے ہوں۔ اور جس طرح ہماری جماعت کے لوگ بڑی بڑی قربانیاں کرتے ہیں اس کی مثال جب یورپ جیسے متمدن ملک میں بھی نہیں پائی جاتی تو دوسری قومیں جو گری ہوئی اور مغلوب ہیں۔ ان میں تو ان کا نشان بھی پایا جانا مشکل ہے۔ باقی رہا چندوں سے گھبرانے کا حال۔ جس پر اخبار سیاست نے اعتراض کیا ہے۔ اس کی حقیقت اس سے معلوم ہو سکتی ہے کہ باوجود روپیہ کی کمی اور روپیہ کی سخت ضرورت محسوس کرنے کے پھر بھی اس سال کا جو بجٹ بنایا گیا ہے۔ اس میں پچھلے سال کی نسبت باسٹھ ہزار روپیہ کی زیادتی کی گئی ہے۔ اور یہ زیادتی یہاں کی جماعت نے نہیں کی بلکہ تمام جماعت کے نمائندگان جو ہندوستان کے مختلف اطراف سے مجلس مشاورت میں شریک ہونے کے لئے جہاں جمع ہوئے تھے۔ انہوں نے متفقہ طور پر اس میں اور زیادتی کی ہے۔ کیا چندوں سے گھبرانے والے لوگ بھی اس طرح کرتے ہیں کہ روپیہ کی قلت کی وجہ سے نہ صرف پہلے بجٹ میں کمی نہیں کرتے بلکہ باسٹھ ہزار روپیہ اور دیتے ہیں کہ یہ بھی لے لیا جائے۔ کیونکہ پچھلے بجٹ میں کمی ہے۔

میں نے دیکھا ہے جب کبھی ہمارے دشمن کوئی اعتراض کرتے ہیں تو ہماری جماعت میں خدا کے فضل سے پہلے سے بھی زیادہ جوش اور اخلاص پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جونہی اخبارات میں دشمنوں نے ایسے اعتراضات کرنے شروع کئے کہ یہ چندوں سے گھبرا گئے ہیں۔ اس وقت سے بہت سے دوستوں کی طرف سے خطوط آنے شروع ہو گئے کہ پہلے ہمارا ارادہ تھا کہ میعاد مقررہ کے اندر

اندر تھوڑا تھوڑا کر کے سارا چندہ ادا کر دیں گے۔ لیکن اب دشمنوں کے اعتراضات سن کر خود تکلیف اٹھا کر بھی یکمشت بھیجتے ہیں۔ اور بہت سے دوستوں نے لکھا کہ ہم نے پہلے ایک ماہ کی آمدنی لکھوائی تھی۔ لیکن اب ان اعتراضات کو پڑھ کر ایک ماہ کی آمدنی اور دیتے ہیں۔ یہ کیسی خوش کن نظیریں ہیں۔ ایک دوست جو بہت غریب ہیں اور صرف ساڑھے سات روپے ماہوار آمدنی رکھتے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ پہلے خیال تھا کہ مقررہ میعاد کے اندر اپنی ماہوار آمدنی چندہ میں ادا کر دوں گا۔ لیکن اب دشمنوں کے اعتراضات سن کر میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ خواہ کسی طرح گزارہ کرنا پڑے۔ اس چندہ کی رقم یکمشت ادا کر دوں گا۔ ایسی غرباء کی بہت سی مثالیں ہیں۔ اور امراء کے مقابلہ میں زیادہ ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ امراء میں ایسی مثالیں نہیں پائی جاتیں۔ ان میں بھی پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ ایک دوست نے اپنی ایک ماہ کی آمدنی چندہ میں دے دی تھی لیکن انہوں نے لکھا کہ چونکہ دشمن اعتراض کر رہا ہے کہ ہم چندہ دیتے دیتے تھک گئے ہیں۔ لہٰذا میں ایک سو روپیہ علاوہ ایک ماہ کی آمدنی کے اور دیتا ہوں تا کہ ہمارے دشمنوں کو یہ پتہ لگ جائے کہ ہم چندہ دیتے تھکے نہیں۔ بلکہ اور زیادہ تیز ہو گئے ہیں۔ تو دشمنوں کے ان اعتراضات سے بھی ہمیں بہت فائدہ پہنچا ہے۔ بہت سے دوست جنہوں نے پہلے اپنی ایک ماہ کی آمد لکھائی تھی انہوں نے اب ایک ماہ کی آمد سے بھی زیادہ دینے کے لئے لکھا ہے۔ اور امید ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اور کچھ نہیں تو ان اعتراضوں کی وجہ سے دو تین ہزار روپیہ زیادہ وصول ہو جائے گا۔ اور چونکہ جماعت نے اس سال کے بجٹ میں زیادتی کی ہے یہ رقم اس کے پورا کرنے میں کام آئے گی۔ اور امید ہے اتنا روپیہ جمع ہو جائے گا۔ کہ علاوہ تحریک کی اصل رقم کے وہ بجٹ کی رقم کی زیادتی کو بھی پورا کر دے گا اور دشمن دیکھ لے گا کہ ہم چندہ دیتے دیتے تھکے نہیں بلکہ پہلے سے زیادہ تازہ دم ہو گئے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں اپنے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ بہت جلد اس رقم کو پورا کر دیں۔ میں نے جب یہ تحریک کی تھی اس وقت بھی کہا تھا کہ یہ ایک چھوٹی سے قربانی ہے۔ اور آئندہ اس سے بہت بڑی قربانیاں کرنی پڑیں گی۔ اب پھر میں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ ابھی ان کے لئے بہت بڑی بڑی قربانیاں کرنی باقی ہیں۔ اس لئے وہ تیار رہیں۔ اس تحریک کی میعاد ختم ہونے میں ایک مہینہ رہ گیا ہے۔ اس لئے دوست جلد سے جلد اس کام سے فارغ ہوں تا دوسرے کاموں کی طرف پورے طور پر توجہ کی جا سکے۔ ہمارا اصل کام تبلیغ اور تربیت ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اس پر زور دوں۔ لیکن چونکہ ابھی دوست اس تحریک کی طرف متوجہ اور مشغول ہیں اور اس وجہ سے دوسری طرف

8/9

پوری توجہ نہیں دی جا سکتی۔ اس لئے میں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ بہت جلد اس کام سے فارغ ہو جائیں۔ تا میں جلد سے جلد تبلیغ و تربیت کے اہم کاموں کی طرف توجہ کر سکوں۔

میں امید کرتا ہوں کہ میری یہ تحریک انشاء اللہ بہت اثر کرے گی اور دشمن دیکھے گا کہ ہم تھکے نہیں بلکہ اور زیادہ قربانیوں کے لئے تیار ہو گئے ہیں۔ اور ہماری قربانیاں بطور ورزش کے ہیں جو ہمیں تھکاتی نہیں بلکہ اور زیادہ مضبوط کر دیتی ہیں۔ جس طرح پہلوان جتنی زیادہ ورزش کرتا ہے۔ وہ کمزور نہیں ہوتا بلکہ ورزش اسے اور زیادہ مضبوط بنا دیتی ہے۔ اسی طرح ہماری قربانیاں بھی ہمیں اور زیادہ طاقتور بنا رہی ہیں۔

ہماری جماعت چند لاکھ کے قریب ہے۔ اور ہمارے دشمن ہمیں چند ہزار بتاتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں صرف ہندوستان میں مسلمان قریباً سات کروڑ ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ وہ سات کروڑ خدمت دین کے لئے ایسے آدمی مہیا کریں جو ساری کی ساری جائدادیں اور اموال چندہ میں دے دیں۔ اور ہم بھی مہیا کرتے ہیں۔ پھر دیکھیں گے کہ ہم چند لاکھ لوگوں میں سے ایسے آدمی زیادہ نکلتے ہیں جو تمام کی تمام جائداد بغیر کسی ایک چیز کے بھی گھر میں چھوڑے چندہ میں دے دیتے ہیں یا ان سات کروڑ میں سے نکلتے ہیں۔ اگر ایسا کرنے پر ہماری جماعت میں سے کئی ہزار ایسے آدمی نکل آئیں جو بغیر کسی پس و پیش کے اپنی تمام جائدادیں چندہ میں دے دیں اور ان میں سے کوئی نہ نکلے۔ تو پھر سمجھ لو کہ مخالفین کے اعتراض بے ہودہ ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے مامور و مرسل نے ہم لوگوں کے اندر ایسا عظیم الشان تغیر پیدا کر دیا ہے جو سوائے نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کے پہلے کہیں نہیں پایا جاتا۔

لیکن پھر بھی میں اپنی جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ میں ابھی اس تغیر پر خوش نہیں ہوں۔ کیونکہ مُردوں میں طاقتور ہونا کوئی خوشی کی بات نہیں۔ آج کل کے مسلمان مردے ہیں۔ طاقتوروں میں طاقتور ہونا ہی خوشی کا موجب ہو سکتا ہے۔ پس آپ لوگ اپنے آپ کو اس قابل بنائیں کہ طاقتوروں کے اندر بھی آپ طاقتور کہلائیں۔ اب میں خطبہ کے ختم ہونے سے پہلے پھر توجہ دلاتا ہوں کہ آپ اپنی ان باتوں میں بھی جن میں ابھی اصلاح نہیں ہوئی۔ اصلاح کرنے کی کوشش کریں۔ اور اپنے نفوس کی اصلاح کی طرف بھی توجہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے نفوس کی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل ۹ مئی ۱۹۲۵ء)